۹

دُعاؤں اور انابت الی اللہ کی طرف توجہ کی ضرورت

(فرمودہ ۹- مارچ ۱۹۳۴ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

میں نے پچھلے جمعہ میں جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی۔ خصوصاً ان لوگوں کو جنہوں نے میری جلسہ سالانہ والی تحریک کے مطابق اس امر کا عہد کیا ہے کہ وہ اپنے نفس کی اصلاح کریں گے اور جماعت کی اصلاح کی بھی کوشش کریں گے کہ ان ایام میں ہماری جماعت کے خلاف ایک ایسا جوش پیدا ہورہا ہے جس کی مثال پہلے اوقات میں کم ملتی ہے اس لئے ہمیں خصوصیت سے دعاؤں اور انابت اِلَی اللہ کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ ہمارے کاموں کی بنیاد درحقیقت اللہ تعالیٰ کے فضل پر ہی ہے اور اس کی امداد کے بغیر ہم کچھ بھی نہیں کرسکتے اس لئے کہ جیسا کہ اس کی قدیم سے سنت چلی آئی ہے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کی بارش نازل ہوتی ہے تو جس طرح اس بارش سے نیکی اور تقویٰ کا بیج پیدا ہوتا ہے اسی طرح شیطنت اور شرارت کا بیج بھی پیدا ہوتا ہے۔ خداتعالیٰ کا الہام اور اس کی وحی بالکل بارش کی طرح ہوتی ہے۔ جس طرح بارش کا پانی میٹھے شیریں اور نفع رساں پھلوں پر ہی اثر نہیں کرتا بلکہ تکلیف دہ، نقصان رساں اور کڑوے پھل بھی اس سے متأثر ہوتے ہیں۔ اسی طرح خداتعالیٰ کا الہام بُرے اور بھلے پر یکساں اثر ڈالتا ہے وہ بُرے شخص کو اس کی برائی میں اور اچھے کو اس کی نیکی میں ترقی دے دیتا ہے۔ اپنی ذات میں پانی نہ شیرینی رکھتا ہے نہ کڑواہٹ بلکہ شیرینی بھی اس چیز کے اندر سے پیدا ہوتی ہے اور کڑواہٹ بھی اس کے اندر سے پیدا

ہوتی ہے۔ بارش کا کام اس میں نشوونما دے دینا ہوتا ہے۔ الہامِ الٰہی بعینہٖ اسی طرح ہوتا ہے اور وہ بھی نشوونما دے دیتا ہے۔

پس الہامِ الٰہی سے جس طرح نیکوں کی خفتہ طاقتیں بیدار ہوتی ہیں' اسی طرح بدمعاشوں کی طاقتیں بھی اُبھر آتی ہیں اور وہ اس قسم کا رنگ اور طریق اختیار کرلیتے ہیں جس کے نتیجہ میں دوبارہ پرانے شیطانوں کی یاد تازہ ہوجاتی ہے جیسا کہ ایک نبی کی آمد کے ذریعہ دوبارہ پہلے انبیاء کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ پس ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمارا مقابلہ ایسی طاقتوں سے ہے جو ہماری طرح ہی آسمانی پانی سے مؤیّد ہیں۔

درحقیقت جس طرح رسول کریم ﷺ آسمانی پانی سے مؤیّد تھے اسی طرح ابوجہل بھی آسمانی پانی سے مؤیّد تھا۔ قرآن مجید خود کہتا ہے۔ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا[1] یعنی قرآن مجید کے دو کام ہیں۔ یہ گمراہ کو اس کی گمراہی میں بڑھاتا اور ہدایت یافتہ کو اس کی ہدایت میں ترقی دے دیتا ہے۔ پس جس طرح قرآن مجید کی وحی محمد ﷺ کے کھیت کو بڑھاتی اور سینچتی تھی اسی طرح قرآن مجید کی وحی ابوجہل کے کھیت کو بھی سینچتی اور بڑھاتی تھی۔ اور جس طرح محمد ﷺ کی نیکی خداتعالیٰ کے ایک قانون سے تائید یافتہ تھی' اسی طرح ابوجہل کی بدی بھی ایک قانون سے مؤیّد تھی۔ ایک قانون اس کو مدد دے رہا تھا اور ایک قانون اس کو مدد دے رہا تھا۔ جس طرح دوسری جگہ بھی فرمایا۔ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ[2] یعنی نیک کو اس کی نیکی کے مطابق خداتعالیٰ کی طرف سے تائید ملتی ہے اور بد کو اس کی بدی کے مطابق تائید ملتی ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ خداتعالیٰ بدی کو بڑھاتا ہے بلکہ اس ذریعہ سے اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے کہ بدی باوجود اپنی ساری طاقتوں کے نیکی پر غالب نہیں آسکتی۔ اگر بدی کا سر پہلے ہی کُچل دیا جائے تو وہ جلال جو انبیاء کی جماعتوں کو حاصل ہوتا ہے اور وہ خداتعالیٰ کی تائید کا مظاہرہ جو مخالف حالات کے باوجود رونما ہوتا ہے' شاندار طور پر ظاہر نہ ہو۔ پس اللہ تعالیٰ کا کلام دونوں سامان ساتھ لاتا ہے۔ اس میں وہ سامان بھی ہوتا ہے جو نیک کو اس کی نیکی میں بڑھا دیتا ہے اور وہ سامان بھی ہوتا ہے جو شریر کو اس کی شرارت میں بڑھا دیتا ہے۔ اگر الہاموں کا ایک پہلو مومنوں کے ایمانوں کے ازدیاد کا موجب بنتا ہے تو اس کا دوسرا پہلو مخالفین کیلئے اعتراضات پیدا کرنے کا موجب ہوجاتا ہے۔ اگر ایک طرف جب نشان ظاہر ہو تو مومن کہتے ہیں کتنا عظیم الشان نشان ہے' کیسا واضح اور کتنا کھلا ہے۔ تو دوسری طرف ایسے

لوگ بھی ہوتے ہیں جو کہتے ہیں اس سے مراد کیا ہے؟ ایک بے معنی فقرہ ہے جسے نشان سے تعبیر کیا جارہا ہے۔ اسی طرح انبیاء کی تقریروں کا حال ہوتا ہے۔ اگر ایک طرف محمد ﷺ کے وعظوں کو سن کر مؤمنین کہہ اُٹھتے کہ کیا عجیب نکاتِ معرفت بیان کئے گئے ہیں، کتنے زبردست دلائل ہیں، یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا دل کے تمام زنگ دور کردیئے گئے۔ تو دوسری طرف قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ منافق کہا کرتے کہ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا۔ یہ ابھی ابھی کیا کہہ رہے تھے۔ گویا ایک ہی تقریر ہے۔ مگر ایک تو سن کر کہتاہے کہ معرفت کے دریا بہا دیئے گئے۔ اور دوسرا کہتا ہے کچھ سمجھ ہی نہیں آیا، انہوں نے کیا کہا ہے۔ پس درحقیقت دونوں چیزیں خداتعالیٰ سے مؤیّد ہیں اور دونوں وحی والہام سے تائید یافتہ ہیں۔ جس طرح خدا کا پانی میٹھے کو اس کی شیرینی میں بڑھا دیتا ہے اسی طرح کڑوے کو اُس کی کڑواہٹ میں بھی بڑھا دیتا ہے۔ پس ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جن لوگوں سے ہمارا مقابلہ ہے وہ ہماری طرح ہی اللہ تعالیٰ کے ایک قانون سے مؤیّد ہیں۔ اُس کا ایک قانون ہماری تائید میں ہے اور وہ یہ کہ نیکی بڑھتی ہے اور اس کا ایک قانون اُن کی تائید میں ہے اور وہ یہ کہ انبیاء کی جماعتوں کے مقابل تمام مخالف طاقتیں اپنی عداوتوں کو بھول کر اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ کے مطابق متحد ہوجاتی ہیں اور چاہتی ہیں کہ ہر ممکن طریق سے نبی کی جماعت کو صفحہ ہستی سے معدوم کردیں۔ اِس زمانہ میں ہی دیکھ لو۔ احمدیت کی مخالفت میں ہندو، سکھ، عیسائی، مسلمان سب متحد ہیں۔ اِلَّامَاشَاءَاللّٰہُ ہر قوم میں کچھ شریف لوگ موجود ہوتے ہیں اور وہ دل میں ہدایت کی تڑپ رکھتے ہیں، ان کا اس جگہ ذکر نہیں لیکن وہ لوگ جو تعصب کا شکار ہیں خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں، وہ سب احمدیت کے خلاف اکٹھے ہوجاتے ہیں اور ایک دوسرے کی اس طرح تائید کرتے ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ کتنی موٹی سے موٹی بات ہو مخالفوں کے سامنے جب اسے پیش کرو وہ ہمیشہ اس کے ماننے سے انکار کردیں گے۔ ایک مذہب کے متعصب کو چھوڑ کر دوسرے مذہب کے متعصب سے اپیل کرو، بجائے صداقت کی تائید کرنے کے دوسرے مخالف کی تائید کرے گا گو وہ اس کے مذہب کا بھی مخالف ہو۔ غرض اس قسم کے لوگوں میں جدھر بھی تم توجہ کروگے فطرت کو ڈھنپا ہوا اور نیکی کو مُردہ پاؤ گے اور سب میں اس غرض کیلئے اتحاد دیکھو گے کہ وہ احمدیت کو کچل دیں۔ ایسے حالات میں ہمارے لئے بھی ضروری ہے کہ ہم صبرواستقلال سے دشمن کا مقابلہ ایسے رنگ میں کریں کہ اسے ہمارے کسی فعل پر گرفت کا

موقع نہ مل سکے- میں نے پچھلے دنوں خصوصیت سے قادیان والوں کو توجہ دلائی تھی کہ یہاں ایسے فتنے پیدا کئے جارہے ہیں جن کی غرض یہ ہے کہ وہ ہمارے اخلاق پر دھبّہ لگائیں- پھر یہاں کچھ احراری آگئے ہیں' بعض پولیس کے لوگ ہیں جو ہمارے خلاف کوششیں کررہے ہیں' کچھ غیر احمدیوں میں سے کھڑے ہوگئے ہیں' کچھ سکھوں اورہندوؤں میں سے اور ان سب کی اصل غرض یہ ہے کہ وہ دنیا کے سامنے ہم پر یہ الزام لگائیں کہ ہم اخلاق کے کچے ہیں- ہماری جماعت کے بعض بیوقوف یا منافق اپنی بیوقوفی یا منافقت سے بعض دفعہ مخالفوں کو خود ایسے مواقع بہم پہنچا دیتے ہیں جن کے ماتحت انہیں شرارتوں میں اضافہ اور ہماری نیکیوں پر پردہ ڈالنے کا موقع مل جاتا ہے-

میں نے توجہ دلائی تھی کہ ایسے امور سے احتراز کیا جائے- مگر میں دیکھتا ہوں کہ باوجود توجہ دلانے کے جماعت میں ایک طبقہ ایسا ہے جو اس خوف سے گھبرایا پھرتا ہے کہ یہاں احراری آگئے ہیں حالانکہ کیا شیر بھی اُس وقت خوف کھایا کرتا ہے جب اُس کی کچھار میں کوئی بکری آجائے- اگر تم واقعی سمجھتے ہو کہ تم ایک نبی کی جماعت ہو اور خداتعالیٰ کی تائید اور نصرت تمہارے ساتھ ہے' تو تم صحیح ذرائع اختیار کرکے ان کے ماتحت اس شر کے ازالہ کی کوشش کرو- مگر ڈر کس بات کا؟ کیا شیر کی غار میں جب کوئی بکری آجائے تو وہ ڈرا کرتا ہے- آخر جب ساری دنیا نے احمدیت میں داخل ہونا ہے تو کیا احراری اس دنیا سے علیحدہ ہیں کہ یہ جماعت احمدیہ میں داخل ہونے سے رہ جائیں گے یا کیا یہ آسمان پر چلے جائیں گے- اگر ان لوگوں نے بھی دنیا میں ہی رہنا ہے اور آج نہیں کل احمدیت میں داخل ہونا ہے تو کیوں آج سے ہی کام شروع نہیں کردیتے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج ہی احمدیت میں داخل ہوجائیں- ابھی احراریوں نے یہاں کوئی زمین خریدی ہے اور وہاں ایک مسجد بنانے لگے ہیں- بعض نے مجھے لکھا کہ اس پر حقِ شفعہ کی نالش کرنی چاہیئے مگر تمہارا اس میں کیا حرج ہے- تم یہ سمجھ لو کہ تھوڑے دنوں تک اللہ تعالیٰ یہ مسجد بھی تمہارے قبضہ میں دے دے گا- آخر جب دنیا کی ساری مسجدیں تمہارے قبضہ میں آنی ہیں تو کیا احراریوں کی یہ مسجد تمہارے قبضہ میں نہیں آئے گی- دراصل یہ تمام گھبراہٹ عدمِ ایمان یا کمزوریٔ ایمان پر دلالت کرتی ہے- اور بعض دفعہ منافق شرارت کرکے گھبراہٹ میں مبتلاء کردیا کرتا ہے-

میں نے کئی دفعہ سنایا ہے- یہاں ایک دفعہ ہندوؤں کو کوئی شکایت پیدا ہوئی- ان میں سے

ایک نے فساد کرنے کی نیت سے اُس وقت جب سکول کے لڑکے بازار سے گزر رہے تھے اپنی مٹھائی کا تھال اُٹھا کر پھینک دیا اور شور مچادیا کہ میری دُکان انہوں نے لوٹ لی ہے۔ وہ واقعہ تو خدا تعالیٰ کے فضل سے دَب گیا مگر میں نے لڑکوں کو اس طرف سے گزرنے سے روک دیا۔ اس سے بعض لوگوں کو اور غصہ آیا اور ایک دن ایک فسادی نے احمدیہ بورڈنگ میں آکر بڑے زور سے شور مچادیا کہ بازار میں ہندوؤں کی احمدیوں سے لڑائی ہوگئی ہے کئی آدمی مارے گئے اور کئی زخمی ہوگئے ہیں اور نیّر صاحب خون میں تڑپ رہے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں نیّر صاحب اُس وقت کیا کام کرتے تھے۔ غالباً بورڈنگ کے سپرنٹنڈنٹ تھے یا قریب کے عرصہ میں سپرنٹنڈنٹ رہ چکے تھے اور لڑکوں سے ان کا تعلق تھا۔ پس اس نے لڑکوں میں ایک جوش پیدا کرنے کیلئے نیّر صاحب کا نام لے دیا اور کہا کہ وہ تو زخمی ہوکر خون میں تڑپ رہے ہیں۔ نوجوانوں میں چونکہ اتنی سمجھ ہوتی نہیں کہ وہ ہر بات کی تحقیقات کرلیں یا ان لوگوں کے پاس بات کو پہنچائیں جن کے سپرد خدا تعالیٰ نے سلسلہ کا کام کیا ہوا ہوتا ہے اس لئے وہ یہ سنتے ہی بازار کی طرف دوڑ پڑے۔ اب جن کے ذہن میں یہ بات سمائی ہو کہ ہندوؤں نے ہمارے آدمیوں کو قتل کردیا ہے' وہ اگر جوش کی حالت میں کسی اپنے آدمی کی لاش کو نہ دیکھیں گے تو وہ اور زیادہ جوش سے بھر جائیں گے۔اور خیال کریں گے کہ شاید ان لوگوں نے لاشوں کو کہیں چُھپادیا یا جلا دیا ہے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ جس وقت لڑکے ہندو بازار کی طرف بھاگے جارہے تھے۔ اُس وقت میں اس دالان میں آیا ہوا تھا جہاں حضرت امّاں جان رہتی ہیں اور اسکی کھڑکی گلی میں کُھلتی ہے۔ میں نے جو بے اختیار لوگوں کے دوڑنے کی آواز سُنی تو کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ سب سے آگے مولوی رحمت علی صاحب جو اَب ہمارے سماٹرا اور جاوا میں مبلغ ہیں' دوڑے جارہے تھے اور ان کے پیچھے اور بہت سے لڑکے تھے۔ میں نے انہیں آواز دی کہ مولوی صاحب! کیا ہوا؟ اُس وقت وہ نصف گلی تک پہنچ چکے تھے۔ میں نے دیکھا کہ اُن کا رنگ زرد تھا' چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں اور تھر تھر کانپ رہے تھے۔ میرے پوچھنے پر کہنے لگے بازار میں ہندوؤں سے لڑائی ہوگئی ہے' ہمارے کئی آدمی مارے گئے ہیں اور نیّر صاحب بھی خون میں تڑپ رہے ہیں۔ میں نے کہا اگر لڑائی ہوئی ہے تو یہ میرا فرض ہے کہ میں وہاں آدمی بھجواؤں تم میں سے کوئی آگے مت بڑھے۔

میرے اس کہنے پر وہ کھڑے تو ہوگئے مگر بڑی لجاجت سے کہنا شروع کردیا۔ حضور! وہاں

لڑائی ہو رہی ہے اور احمدی مارے جارہے ہیں- میں نے کہا اس کا انسداد کرنا میرا کام ہے' تمہارا نہیں- اس پر میں نے کسی سے کہا وہ جائے اور جا کر پتہ لگائے کہ اصل واقعہ کیا ہے؟ مگر میں نے جونہی منہ موڑا پھر یکدم دوڑنے کی آواز آئی- دیکھا تو مولوی صاحب اور دوسرے لڑکے پھر بے اختیار بازار کی طرف دوڑے جارہے تھے- میں نے پھر آواز دی کہ مولوی صاحب! ٹھہر جائیں مگر انہوں نے نہ سنی- پھر آواز دی مگر انہوں نے پھر نہ سنی- یہاں تک کہ وہ میاں بشیر احمد صاحب کی گلی کے اُس نکڑ پر پہنچ گئے جہاں سے بڑی مسجد کو راستہ مُڑتا ہے- میں نے خیال کیا کہ اگر اب بھی یہ نہ رُکیں گے تو اس کے بعد مجھے یہی آواز سنائی دے گی کہ اتنے ہندو مار دیئے گئے ہیں اس لئے میں نے یہ سمجھ کر کہ اب ان کے اخلاص کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک ہی چارہ باقی ہے زور سے آواز دی کہ مولوی صاحب! اگر آپ نے ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو میں آپ کو جماعت سے خارج کردوں گا- اس پر وہ رُک تو گئے مگر بار بار یہی کہتے جاتے تھے کہ حضور! ہمارے آدمی مارے جارہے ہیں- حضور! ہمارے آدمی مارے جارہے ہیں- اتنے میں جس شخص کو میں نے بھیجا تھا وہ بھی واپس آگیا اور اُس نے آکر بتایا کہ بالکل خیریت ہے نہ لڑائی ہوئی اور نہ کوئی زخمی ہوا بلکہ میں دریافت کر آیا ہوں نیّر صاحب گھر میں آرام سے بیٹھے ہیں- اس کے بعد میں نے پتہ لگوایا کہ میرے پہلی دفعہ منع کرنے کے باوجود یہ لوگ کیوں دوڑ پڑے تھے تو مجھے معلوم ہوا کہ ایک مفسدہ پرداز میری نظروں سے چُھپ کر گلی کے ایک کونہ میں کھڑا تھا اور جب یہ رُک گئے تو اس نے کہا ارے دوڑتے کیوں نہیں لوگ تو مارے جارہے ہیں اور تم یہاں کھڑے ہو اِس پر وہ پھر بے تحاشا دوڑ پڑے- تو اس قسم کے لوگ بھی شرارت آمیز خبریں پھیلا دیا کرتے ہیں اور یہ لوگ جماعت میں سے بھی ہوسکتے ہیں اور جماعت کے علاوہ بھی- قرآن مجید پڑھ کر دیکھ لو- اس کے مطالعہ سے تمہیں معلوم ہوگا کہ منافق ہمیشہ مدینہ میں اس قسم کی جھوٹی خبریں اُڑا دیا کرتے تھے کہ دشمن آگیا' مارے گئے' ہلاک ہوگئے- مگر فرمایا مومن اس قسم کی خبروں سے ڈرا نہیں کرتے بلکہ ایمان میں اور زیادہ مضبوط ہوجاتے ہیں- تم فرض کرو یہاں احراریوں کے قلعے بھی بن جائیں تو کیا تم یہ خیال کرسکتے ہو کہ تم نے دنیا کے جن قلعوں کو فتح کرنا ہے' یہ قلعے ان سے زیادہ مضبوط اور زبردست ہوں گے کہ تم انہیں فتح نہیں کرسکو گے- اگر تم نے یورپ' فرانس' جرمن اور امریکہ کے قلعے ایک دن فتح کرنے ہیں اور دنیا میں تمہاری ہی تمہاری حکومت ہونی ہے تو کیا

تم سمجھتے ہو فرانس، جرمن اور امریکہ کے قلعے تو تم فتح کرلو گے مگر احراریوں کی یہ جھونپڑی تم سے فتح نہیں ہوسکے گی۔ جن توپوں اور گولوں سے تم نے دنیا کے اور قلعے فتح کرنے ہیں کیوں انہی توپوں اور گولوں سے اس قلعہ کو فتح نہیں کرتے۔ پس جاؤ اور ان لوگوں میں تبلیغ کرو۔ خدا تعالیٰ کے تازہ نشان جو دنیا میں ظاہر ہو رہے ہیں وہ انہیں سمجھاؤ۔ یہ کتنے ہی سنگدل کیوں نہ ہوں آخر ہر انسان میں نیکی کا مادہ ہوتا ہے اور یہ بھی اس سے خالی نہیں ہوسکتے۔ اگر تم تبلیغ کرو گے اور انہیں احمدیت میں داخل کرلو گے تو یہ خود اپنے ان قلعوں کو جو آج ہمارے خلاف تیار کر رہے ہیں اپنے ہاتھ سے گرادیں گے یا ہمارے سپرد کردیں گے۔

مگر یاد رکھو جن دشمنوں سے تمہارا مقابلہ ہے وہ جھوٹ اور شرارت سے پرہیز نہیں کرتے۔ پس مت خیال کرو کہ جو بات ان کی طرف سے تمہارے کانوں میں پڑتی ہے، اس میں ضرور کچھ سچائی ہوتی ہے۔ ابھی پچھلے جمعہ کے خطبہ میں ہی میں نے اپنی جماعت کو توجہ دلائی تھی کہ ہماری جماعت کی شدید مخالفت ہورہی ہے۔ دوسرے ہی دن شیخ یوسف علی صاحب اخبار زمیندار کا ایک پرچہ میرے پاس لائے۔ اس میں لکھا تھا۔ موسیو مرزا ایک ہوٹل سے ایک میم کو لے کر فرار ہوگئے۔ حالانکہ اصل واقعہ یہ تھا کہ جیسا کہ دوستوں کو معلوم ہے میں اپنی بیویوں اور لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام کررہا ہوں اور چونکہ قادیان میں مستورات کی انگریزی تعلیم کا انتظام مرد استادوں کے ذریعہ سے کرنا پڑتا ہے اس وجہ سے طالبات انگریزی لفظ رٹ تو لیتی ہیں مگر انہیں بولنا نہیں آتا۔ اسی طرح ہر ملک کا لہجہ الگ ہوتا ہے جو اس لہجہ سے ناواقف ہو باوجود زبان جاننے کے بات نہیں سمجھ سکتا۔ پس چونکہ میری غرض بیویوں اور لڑکیوں کو انگریزی زبان سکھانے سے یہ ہے کہ وہ انگریز یا ایسی ہندوستانی عورتوں سے جو اردو نہیں جانتیں جیسے بنگالی، مدراسی بیگمات تبادلہ خیال کرسکیں اور مستورات کی انجمنوں وغیرہ میں حسبِ ضرورت حصہ لے سکیں اس لئے قریباً دو سال سے میں نے یہ انتظام کیا ہوا ہے کہ علاوہ مرد استادوں کے ایک عورت استانی بھی رکھتا ہوں جو شاگردوں کو انگریزی بولنا سکھائے۔ اور اس کے لہجہ کو سن سن کر انگریزی لہجہ کی منافرت ان سے دور ہوجائے۔ بڑے شہروں میں زنانہ سکولوں میں انگریز عورتیں ماسٹر ہوتی ہیں اور الگ انتظام کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن قادیان میں انگریزی بولنے کی مشق کیلئے ایسا انتظام ضروری ہے۔ خصوصاً ہمارے گھر کی مستورات کیلئے کہ میں انہیں اس غرض سے نہیں پڑھواتا کہ وہ نوکری کریں بلکہ اس لئے کہ

وہ غیر مسلم مستورات سے مل کر اُن میں کوئی تبلیغی کام کر سکیں- اسی سلسلہ میں گزشتہ ایام میں ایک استانی کی ضرورت تھی- اور میں نے بعض لوگوں کو تلاش کیلئے کہا ہوا تھا- ایک صاحب نے آگے اپنے کسی ہندو دوست کو کہا تھا- یہ صاحب لاہور چھاؤنی میں اوورسیئر ہیں- انہوں نے اس احمدی کو لکھا کہ ایک تعلیم یافتہ بیوہ عورت لاہور میں آئی ہوئی ہے اگر استانی کی ضرورت ہو تو اسے رکھ لیا جائے-

میں اتفاقاً اپنی بڑی بیوی کو لینے فیروز پور جارہا تھا- ساتھ میری دوسری بیوی اور ایک لڑکی تھیں- میں نے انہیں کہا کہ تم لوگ استانی کو دیکھ لو اگر قابل ہو تو اسے رکھ لیا جائے- چونکہ جس ہوٹل میں وہ رہتی تھی وہ راستہ میں تھا اور ان لوگوں نے ناشتہ بھی نہ کیا ہوا تھا' تجویز یہی ہوئی کہ ہوٹل میں پردہ کا انتظام کرکے اس عورت سے وہ مل بھی لیں اور ناشتہ بھی کرلیں- چنانچہ وہاں انہوں نے اس سے مل کر باتیں کیں اور وہ عورت بطور استانی جانے کیلئے رضامند ہوگئی اور اس نے کہا کہ جب آپ قادیان جائیں مجھے لیتے جائیں- مگر میں نے بعد میں اس خیال سے کہ یہ بچوں والی استانی ہے' اسے بچوں کی تعلیم کا خیال ہوگا اور قادیان چھوٹی جگہ ہے' وہاں اس کے بچوں کے دل لگنے کا بھی سوال ہوگا' اسے کہلا بھیجا کہ بہتر ہے تم قادیان چند گھنٹوں کیلئے دیکھ آؤ- اگر تم سمجھو کہ وہاں تم کو اور تمہارے بچوں کو تکلیف نہ ہوگی تو پھر کام پر آجانا- چنانچہ اس نے اس تجویز کو پسند کرلیا اور قادیان آتے ہوئے اس موٹر میں بیٹھ کر جس میں دفتر کے آدمی تھے' پچھلی سیٹوں پر میری ایک لڑکی سمیت وہ قادیان آئی اور قادیان دیکھنے کے بعد بچوں کی تعلیم کے حرج کا خیال کرکے اس نے یہ تجویز کی کہ اگر بچے لاہور سکول میں داخل ہوسکیں تو میں آجاؤں گی- چنانچہ چند گھنٹے یہاں رہ کر وہ واپس چلی گئی- اور غالباً بچوں کی دقّت کی وجہ سے پھر نہیں آئی- یہ وہ واقعہ ہے جسے زمیندار نے اس رنگ میں شائع کیا ہے جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے- اسی طرح ایک دفعہ پہلے کا واقعہ ہے کہ میں دریا پر تبدیلیٔ آب و ہوا کیلئے گیا ہوا تھا- وہاں ایک دن میں اپنی بیویوں اور لڑکیوں کو لے کر دریا کے کنارہ پر گیا- اور بندوق کا خوف دور کرنے کیلئے ان سے بندوق سے نشانے کروائے کیونکہ یہ ہُنر میرے نزدیک عورتوں کیلئے بھی ضروری ہے- مگر نہ معلوم کس بھلے مانس نے زمیندار کو اطلاع دے دی اور اس نے لکھا کہ موسیو بشیر قادیان کی خواتین کو لے کر دریا پر گئے اور ان کے ساتھ مل کر نشانہ بازی کی مشق کی- اب جس شخص نے اس نوٹ کو پڑھا

ہو گا یہی سمجھا ہو گا کہ لوگوں کی بیویوں اور بیٹیوں کو لے کر میں وہاں گیا تھا- غرض اس قسم کے بُری فطرت والے اور گندے مخالفوں سے ہمارا مقابلہ ہے اور اس وجہ سے جماعت کو اور بھی ہوشیاری کی ضرورت ہے- اور ہر خبر جو دشمن کی طرف سے ملے یا اپنے ہی بعض لوگ مشہور کریں اسے کبھی صحیح تسلیم نہیں کرلینا چاہیئے بلکہ ایسی خبروں کو میرے پاس پہنچانا چاہیئے- مرکزی دفتروں کو اطلاع دینی چاہیئے تابعد تحقیق مناسب کارروائی کی جائے- دشمن ہزاروں باتیں ایسی کہا کرتا ہے جو بالکل بے بنیاد ہوتی ہیں-

پس خوف کی کوئی وجہ نہیں اگر ہم خداتعالیٰ کے مأمور کے سچے متبع ہیں تو جو کچھ بھی ہوتا ہے ہمارے فائدہ کیلئے ہوتا ہے- اور اس پر ڈرنا اور خائف ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ کہتے ہیں کہ کسی بادشاہ کو وہم کا مرض ہوگیا اور اس نے عہد کرلیا کہ میں اپنی لڑکی کی کسی زمینی آدمی سے شادی نہیں کروں گا بلکہ اس سے کروں گا جو آسمان سے اُترے- اتفاقاً ایک دن کوئی حبشی بگولے میں اُڑ کر وہاں آگرا- بادشاہ نے اس سے اپنی بیٹی کی شادی کردی- کچھ عرصہ کے بعد جب وہ اپنے وطن گیا تو ماں کے گلے چمٹ کر خوب رویا اور کہنے لگا ماں! میں کیا بتاؤں مجھ پر اس عرصہ میں کتنی مصیبتیں آئیں- وہ روز مجھے کیڑے پکا پکا کر کھلاتے تھے- پلاؤ اور زردہ جو اسے ملتا وہ خیال کرتا کہ یہ کیڑے پکے ہوئے ہیں- پھر چونکہ سوتے وقت نیچے روئی کا گدیلا اور اوپر لحاف رکھا جاتا اور نوکر پاؤں دباتے تھے- اس کے متعلق اس نے کہا کہ اے ماں! وہ میرے اوپر بھی روئی ڈال دیتے اور نیچے بھی اور پھر اوپر سے مجھے کُوٹنے لگ جاتے- ایسے ہی مصائب آپ لوگوں کے ہیں- اگر خداتعالیٰ کی آپ جماعت ہیں تو گھبراتے کیوں ہیں- بے شک مومن کو خداتعالیٰ کے استغناء کو مدنظر رکھنا چاہیئے لیکن بندوں سے ڈرنے کی کیا وجہ ہے اور پھر ان باتوں سے جن کو اللہ تعالیٰ آپ کے فائدہ کیلئے پیدا کررہا ہے- ہاں بے شک اپنی کمزوریوں کا خیال کرکے استغفار کرنا چاہیئے' صحیح ذرائع فتنوں کا مقابلہ کرنے کیلئے اختیار کرنے چاہئیں مگر خوف اور گھبراہٹ کی کوئی وجہ نہیں کہ ؎

ہر بلا کیں قوم راحق دادہ اند زیر آں گنج کرم بنہادہ اند

پھر جب خداتعالیٰ نے تمہارے لئے ایک نظام مقرر کیا ہے اور ایک خلیفہ بنایا ہے جس کی اطاعت تم پر فرض ہے تو تمہارا کام یہ ہے کہ جب کوئی گھبراہٹ کی بات سنو فوراً خلیفۂ وقت کو بتادو یونہی گھبرائے پھرنا انجام کار انسان کو شرمندہ کرتا ہے- مثلاً اسی مسجد کے بننے کی جس کا

میں نے ذکر کیا ہے جب خبر پھیلی تو ایک شخص نے نہایت غصہ سے مجھے لکھا کہ ناظر امور عامہ غافل ہے یہاں اندھیر مچ رہا ہے احراری مسجد بنا رہے ہیں مگر کوئی اس کے انسداد کی فکر نہیں کرتا مگر دو چار دن کے بعد جب اسے اپنی حماقت محسوس ہوئی تو اسے خیال آیا کہ میں جو لکھ چکا ہوں کہ قادیان میں سب مجرم ہیں کیونکہ وہ خاموش بیٹھے ہیں اور مخلص صرف مَیں ہی ہوں جسے جوش آرہا ہے اس کا اثر دور کرنا چاہیئے۔ چنانچہ اُس نے مجھے ایک اور خط لکھا کہ میری رائے تو یہی ہے کہ ہمیں اس معاملہ پر کوئی شور مچانا نہیں چاہیئے گویا اس نے سمجھ لیا کہ میرا حافظہ اتنا کمزور ہے کہ میں اس کے پہلے رُقعہ کو بھول گیا ہوں گا حالانکہ پہلا رُقعہ اس کا یہ تھا کہ یہاں کے تمام لوگ غافل اور غدّار ہیں۔ احراریوں کی مسجد بن رہی ہے اور انہیں کوئی فکر نہیں لیکن تیسرے چوتھے روز ہی اس نے لکھا کہ میری رائے تو یہی ہے کہ ہمیں اس پر شور نہیں مچانا چاہیئے۔ گویا ہم تو چاہتے تھے کہ شور مچایا جائے مگر اس کا یہ مشورہ ہے کہ شور نہ مچایا جائے حالانکہ نہ اس کے پہلے رُقعہ کی وقعت میرے نزدیک ایک پھٹے ہوئے چیتھڑے جتنی تھی اور نہ دوسرے کی۔

اس میں شُبہ نہیں دشمن ہے اور بڑا خطرناک دشمن ہے اسے جھوٹ اور کذب بیانی سے پرہیز نہیں اور جب بھی وہ کوئی افتراء پردازی کرتا ہے' کمزور لوگ یا منافق کہنے لگ جاتے ہیں کہ اس میں کچھ تو بات ہوگی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم گھبرا جاؤ۔ تم نے جو کچھ کرنا ہے تمہیں چاہیئے کہ صبرواستقلال سے کرو اور اس کا طریق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکو دعا کرو اور اس سے کہو کہ اے خدا! اگر یہ دشمنوں کی شرارتیں ہماری خطاؤں کا نتیجہ ہیں تو ہمیں معاف فرما اور اگر یہ ترقیات کا پیش خیمہ ہیں تو وہ ترقیات ہمیں جلدی عطا کر کیونکہ ابتلاء دو ہی غرض کیلئے آیا کرتے ہیں' یا سزا کیلئے یا انعام کیلئے۔ اگر یہ ابتلاء بطور سزا ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں معاف کرے اور اگر بطور انعام ہیں تو وہ انعام ہمیں نصیب فرمائے۔ میں قادیان والوں کو خصوصیت سے توجہ دلاتا ہوں کہ ان کے ہر فعل کو دشمن عجیب رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے پس انہیں زیادہ محتاط رہنا چاہیئے۔ ابھی یہاں احراریوں کی مسجد جب بننے لگی تو سمال ٹاؤن کمیٹی جسے قانون کے ماتحت حکومت دی گئی ہے اور جسے اختیار دیا گیا ہے کہ جب تک وہ کسی عمارت کے نقشہ کی منظوری نہ دے' اُس وقت تک کوئی عمارت نہ بنائی جائے۔ چونکہ یہ لوگ بغیر اس سے منظوری حاصل کئے' عمارت بنانے لگے تھے' کمیٹی کے ایک افسر

نے آکر روکا- وہ ادھر بنانے پر اصرار کرتے رہے' وہ افسر روکنے پر اصرار کرتا رہا- آخر ان لوگوں نے اور ان کے ساتھ سنا گیا ہے پولیس نے تاریں دے دیں اور رپورٹ کردی کہ احمدی ہمیں اپنی زمین پر مکان نہیں بنانے دیتے- اور جھٹ یکے بعد دیگرے افسر تحقیقات کرنے کیلئے آنے لگے اور انہوں نے زور دینا شروع کیا کہ اس طرح احمدی جماعت کی بدنامی ہوتی ہے- سمال ٹاؤن کمیٹی کو خاص اجلاس کرکے منظوری دے دینی چاہیئے حالانکہ اس معاملہ میں نہ جماعت کا کوئی تعلق تھا اور نہ تعلق ہوسکتا تھا- ایک سرکاری محکمہ کام کرتا ہے بعض شرارتی اسے شرارت سے جماعت کی طرف منسوب کرتے ہیں اور بعض حُکّام اسے وہی رنگ دینے لگ جاتے ہیں- صرف اس وجہ سے کہ قادیان کی کمیٹی میں احمدی ممبر زیادہ ہیں- لیکن بعض دوسری جگہوں پر ہندو' سکھ اور حنفی ممبر زیادہ ہوتے ہیں' کیا ان جگہوں پر کمیٹیوں کے کاموں کیلئے ان مذہب کے مرکزی اداروں کو ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے اور ان کو بدنام کیا جاتا ہے؟

اگر یہی بات ہے تو حکومت کو کمیٹیاں بنانے کی کیا ضرورت ہے- ایسی کمیٹیاں بنانا جن کو اپنے اختیار جائز طور پر بھی استعمال کرنے کی اجازت نہ ہو اور جن کے جائز احکام کے نفاذ پر حکومت کو فکر پڑ جائے' ان کو تو اُڑا دینا اچھا ہے کیونکہ ان کے قیام سے خواہ مخواہ لوگوں کو دھوکا لگتا ہے- تعجب ہے سمال ٹاؤن کمیٹی ایک قانون کا نفاذ کرتی ہے اس قانون کا جو خود گورنمنٹ نے بنایا ہے اور جس پر عمل کرانے کی اس سے امید کی جاتی ہے مگر حُکّام ہیں کہ محض اس وجہ سے کہ احراری کہیں شور نہ مچائیں' خواہ مخواہ خائف ہو رہے ہیں- ادھر جماعت کے دوستوں کا ایک حصہ ہے کہ وہ خائف ہو رہا ہے کہ احراریوں کی ڈیڑھ مرلہ کی مسجد بن جائے گی تو کیا ہوجائے گا- میرے نزدیک دونوں کا رویہ خلافِ عقل ہے- وہ گورنمنٹ بھی اپنے فرائض کو ادا نہیں کرتی جو سمال ٹاؤن کمیٹی کے کام کو احمدیوں کی طرف منسوب کرکے اس میں دخل دینا چاہتی ہے اور اس طرح قانون شکنی کی روح پیدا کرتی ہے اور جماعت کے وہ لوگ بھی جو اس مسجد کے بننے پر گھبراتے ہیں' بُزدل ہیں- احراری یہاں ایک کیا دس مسجدیں بنالیں' میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں- آریوں نے یہاں ایک دفعہ جلسہ کرنے کی تجویز کی- ان کے بعض لیکچرار مجھ سے ملنے آئے اور میں نے ان سے کہا کہ آپ کہیں اور جلسہ کیوں کرتے ہیں ہماری مسجد موجود ہے' یہاں جلسہ کریں- وہ کہنے لگے کیا آپ اپنی مسجد میں

جلسہ کرنے کی اجازت دے دیں گے۔ میں نے کہا ضرور' اس میں حرج کی کونسی بات ہے۔ آخر مَیں نے اپنی مسجد میں ان کی تقریر کیلئے انتظام کرادیا۔ اور حافظ روشن علی صاحب مرحوم سے ان کا ایک مباحثہ ہوگیا۔ اس کے بعد آریوں کا کوئی قابلِ ذکر جلسہ نہیں ہوا۔ اسی طرح ایک دفعہ مجھے کسی نے سنایا کہ گاندھی جی نے کہا ہے کہ احمدی جماعت منظّم بہت ہے مجھے اگر اس جماعت کے امام سے ملنے کا اتفاق ہو تو میں انہیں سمجھاؤں اور کانگرسی اصول کا قائل کروں۔ جب ایک ہندو صاحب نے اس بارہ میں مجھ سے ذکر کیا تو میں نے ان سے کہا کہ آپ اگر پھر گاندھی جی سے ملیں تو میری طرف سے کہہ دیں کہ آپ ضرور تشریف لائیں میں آپ کا شاندار استقبال کروں گا' آپ کی تقریر کیلئے انتظام کروں گا' خود بھی بیٹھوں گا اور لوگوں کو بھی اس میں بٹھاؤں گا' پھر آپ بھی تقریر کریں اور میں بھی۔

پس نہ ہمارے لئے ڈر کی کوئی بات ہے اور نہ گورنمنٹ کیلئے۔ گورنمنٹ نے جو قانون بنائے ہوئے ہیں اس کا فرض ہے کہ وہ اِن ۔ نوں کا ساتھ دے جواِن قوانین کو نافذ کرنے والے ہوں نہ کہ مخالفوں کا۔ ورنہ دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو قانون کو بدل دیا جائے یا شورش پسندوں کے آگے ہتھیار ڈال دیئے جائیں لیکن یہ درست نہیں کہ قانون کو بدلے بغیر قانون کی حد میں رہ کر کام کرنے والی کمیٹی کے فعل کو جماعت احمدیہ کی طرف منسوب کیا جائے اور قانون شکن لوگوں کی عملاً پیٹھ ٹھونکی جائے۔ میونسپل کمیٹیوں کا قانون ہے کہ نقشہ کی منظوری کے بغیر کوئی عمارت بنانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ پس اگر قادیان کی کمیٹی نے اس پر اصرار کیا کہ پہلے اس کے سامنے نقشہ پیش کیا جائے تو اس نے بالکل درست کیا اور حکومت کا اگر وہ اپنی ذمہ داری کو سمجھے' یہ فرض ہے کہ وہ سمال ٹاؤن کمیٹی کی امداد کرے اور شورش کرنے والوں کو سیدھا کرے اور اگر وہ ایسا نہیں کرتی تو وہ ملک میں قانون شکنی کی روح پیدا کرنے کی خود ذمہ دار ہے اور اس طریق سے وہ اپنے کام کو ادا کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح وہ جماعت بھی کامیاب نہیں ہوسکتی جس کے افراد ڈیڑھ مرلہ کی مسجد بننے پر گھبرانے لگ جائیں۔ وہ ڈیڑھ مرلہ کی کیا دس ہزار مرلہ کی مسجد بنالیں ہمیں کوئی فکر نہیں۔ جتنی بڑی مسجد وہ بنائیں گے اتنا ہی ہمارا فائدہ ہے کیونکہ آخر ایک دن اس مسجد نے ہمارے قبضہ میں ہی آنا ہے۔ ہاں جیسا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے دشمن کا حملہ حقیر نہیں سمجھنا چاہیئے بلکہ اس کا علاج کرنا چاہیئے جو ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ ہم انہیں دعوتِ خیر دیں۔

قرآن مجید نے صاف الفاظ میں بتایا ہے کہ قرآن مجید ہی مومنوں کے لئے تلوار ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے جَاهِدْهُمْ بِهٖ اسی قرآن کو لے کر کفار سے جہاد کرو۔ پس قرآن مجید تمہارے پاس ہے' اس سے جتنا چاہو کام لو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہاری تائید میں ہوں لیکن اگر تم اس تلوار سے کام لیتے ہو جو خدا تعالیٰ نے تمہیں نہیں دی یا گھبراتے ہو تو یہ بیوقوفی کی بات ہے۔ پس ان باتوں میں نہ تمہیں لوگوں کا خیال کرنا چاہیئے نہ گورنمنٹ کا۔ ہم اگر گورنمنٹ کی تائید میں رہے ہیں اور ہیں تو صرف اس لئے کہ ہمارا مذہب ہمیں حکومتِ وقت کی فرمانبرداری کا حکم دیتا ہے۔ ورنہ میں نے اپنے نفس میں خوب غور کرکے دیکھا ہے جس قسم کی حریت اسلام ہم میں پیدا کرتا ہے اگر اس کے ساتھ حکومت کی فرمانبرداری کا حکم نہ ہوتا تو میں اپنے ملک کی آزادی کی جدوجہد میں گاندھی جی سے دو قدم آگے ہی ہوتا۔ ہم کیا کریں جس نے ہمیں حریت کی تعلیم دی' اسی نے یہ بھی کہہ دیا کہ ان اصول پر عمل کرو اور جس حکومت کے ماتحت رہو اس سے تعاون کرو۔ پس اس حکم کے ماتحت ہم گورنمنٹ کی فرمانبرداری کرتے ہیں اور اس فرمانبرداری میں ہمارا گورنمنٹ پر کوئی احسان نہیں۔ ہم اگر گورنمنٹ کی اطاعت کرکے یہ سمجھیں کہ ہم اس پر احسان کررہے ہیں تو ہم ملک کے غدار ہیں کیونکہ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم کسی غرض کے ماتحت اس کی فرمانبرداری کرتے ہیں حالانکہ یہ صحیح نہیں بلکہ خدا کے بندھے بندھائے اس کی اطاعت کررہے ہیں۔ اللہ میاں نے کہا ہے کہ اطاعت کرو۔ ہم نے کہا بہت اچھا اور ہم اطاعت کرنے لگ گئے۔ اسی طرح اگر ہمارا پبلک سے معاملہ ہے تو وہ بھی خدا کے حکم کے ماتحت۔ ورنہ کیا تم سمجھتے ہو اگر خدا یہ کہتا کہ لٹھ اُٹھا کر مخالفینِ اسلام کا سر پھوڑ دو تو میں اِس حکم کے بجالانے میں کسی سے پیچھے رہتا؟

ایک دفعہ میں لاہور گیا اور مجھ سے ایک شخص ملنے آیا۔ مجھے یاد نہیں وہ کسی کالج کا پروفیسر تھا یا طالب علم' آکر کہنے لگا کہ آپ کی جماعت جہاد کی منکر ہے۔ میں نے کہا منکر ہماری جماعت ہی نہیں بلکہ آپ بھی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں اِن دِنوں جہاد کی شرائط چونکہ موجود نہیں' اس لئے جہاد نہیں کرنا چاہیئے۔ اور آپ جہاد کے قائل ہیں مگر کرتے نہیں۔ گویا جہاد نہ کرنے میں تو ہم دونوں برابر ہیں مگر ہم اپنے عقیدہ کے مطابق جہاد نہیں کرتے اور آپ باوجود جہاد کو موجودہ زمانہ میں جائز سمجھنے کے منافقت کی وجہ سے جہاد نہیں کرتے۔ پھر میں نے کہا اگر آپ جہاد کو جائز سمجھتے ہیں تو کیوں جا کر چند انگریزوں کو مار نہیں آتے۔ مگر یہ

کیا کہ گھر میں تو سارا دن حُقّہ اڑاتے رہے اور جماعت احمدیہ پر اعتراض کرتے رہے کہ یہ جہاد نہیں کرتی، جہاد نہیں کرتی- اگر حُقّہ کے کش لگانے سے اور جماعت احمدیہ پر اعتراض کردینے سے ہی کوئی شخص مجاہد بن سکتا ہے تو ایسے مجاہد تو ہر جگہ موجود ہوسکتے ہیں لیکن کیا یہ جہاد کو جائز سمجھتے ہوئے درست طریقِ عمل ہے؟ اگر ہم پر اعتراض کرنے والے انگریزوں سے لڑیں اور انہیں ہندوستان سے باہر نہ نکال سکیں تو کم سے کم ان سے لڑتے ہوئے مرجائیں اور اس جنگ کے وقت وہ ہم پر اعتراض کریں کہ ہم تو میدانِ جہاد میں کام کررہے ہیں اور یہ منافق پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں تو گو پھر بھی ہم ان کے اعتراض کو درست نہ سمجھیں مگر اس حالت میں اس قسم کے اعتراض کا اُن کو حق ضرور ہوگا- مگر اب یہ حالت ہے کہ ہم پر تو اعتراض کیا جاتا ہے کہ جہاد نہیں کرتے اور خود جہاد کو جائز سمجھنے کے باوجود گھر میں صبح سے شام تک حُقّہ اُڑاتے رہتے ہیں- یا شعربازی کرلیتے ہیں لیکن کبھی خیال بھی نہیں آتا کہ جہاد کیلئے نکلیں- پھر جب ہماری طرف سے یہ کہا جائے کہ شرائط موجود نہ ہونے کی وجہ سے ہم جہاد بِالسیف نہیں کرتے تو دین کیلئے اپنے اموال تو خرچ کرتے ہیں تو کہا جاتا ہے یہ بھی کوئی قربانی ہے حالانکہ اگر اپنے مالوں کو خرچ کرنا، بیوی بچوں کو چھوڑ کر غیر ممالک میں اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے نکل جانا، کوئی بڑی بات نہیں تو وہ ایسی ہی قربانی کیوں کرکے نہیں دکھا دیتے- مگر وہ قربانی جسے وہ بڑی سمجھتے ہیں وہ بھی نہیں کرتے اور جسے چھوٹی سمجھتے ہیں وہ بھی نہیں کرتے- اور ان کی بالکل اس بنیے کی سی مثال ہوجاتی ہے جو پنسیری ہاتھ میں لے کر کہتا ہے سر پھوڑ دوں گا اور یہ کہتے ہی دو قدم پیچھے ہٹ جاتا ہے- یہ بھی جہاد جہاد کہتے ہیں مگر جب عمل کا وقت آتا ہے تو گھر میں چُھپ کر بیٹھ رہتے ہیں- تاہم ہمارا ان سے جو معاملہ ہے وہ بھی خدا کے احکام کے ماتحت ہے-

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے- جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۵ یعنی ان لوگوں سے احسن طریق پر بحث کرو اور احسن طریق یہی ہے کہ محبت اور پیار سے انہیں سمجھائیں اور ان کیلئے دعا کریں- اور حکومت سے ہمارا احسن طریق پر مجادلہ یہ ہے کہ ہم اس کی فرمانبرداری کریں اور اگر وہ کسی غلطی کا ارتکاب کرنے لگے تو اس پر اس کی غلطی کو واضح کردیں- پھر بھی اگر وہ غلطی کرے تو یہ اس کا قصور ہوگا- اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ سے دعائیں کریں کہ وہ لوگوں کو ہدایت دے- ہم ایک زندہ خدا کو ماننے والے ہیں اور ہماری آخری اپیل ہمیشہ

خدا تعالیٰ کے پاس ہونی چاہیئے کیونکہ وہی سب سے بہتر اپیل کی جگہ ہے- کیونکہ بسا اوقات ایک رات کی درد کی دعا بھی دنیا کا تختہ اُلٹ دیتی ہے- ایک بزرگ کے متعلق مشہور ہے' ان کا ایک امیر ہمسایہ رات بھر گانے بجانے میں مشغول رہتا جس سے محلے والوں کو سخت تکلیف ہوتی انہوں نے اسے سمجھایا تم گاتے بجاتے ہو اور محلے والوں کو سخت تکلیف ہوتی ہے' اس طرح نہ کیا کرو- وہ امیر چونکہ بادشاہِ وقت کا مقرّب تھا' اس لئے اس نے پرواہ نہ کی اور دروازے پر سپاہی مقرر کردیئے تا گانے بجانے میں کوئی شخص مزاحمت نہ کرسکے- اس بزرگ نے پھر جو سمجھایا تو امیر نے کہا بادشاہ کے یہ سپاہی موجود ہیں- اگر آپ نے اور کچھ کہا تو یہ آپ کو یہاں سے نکال دیں گے- اس نے کہا اگر تمہارے پاس سپاہی موجود ہیں تو میرے پاس بھی وہ تیر ہیں جن کا تم مقابلہ نہیں کرسکتے- اس نے پوچھا وہ کون سے- وہ کہنے لگے سِہَامُ اللَّیْلِ یعنی رات کی دعاؤں کے تیر- اِس بات کا اُس پر اتنا اثر ہوا کہ اُس نے اُسی وقت گانے بجانے کا سامان توڑ دیا اور رو پڑا اور کہنے لگا اِن تیروں کا مقابلہ مجھ سے نہیں ہوسکتا- پس تمہارے پاس بھی سب سے بڑا ہتھیار دعا ہے- اس سے کام لو اور ان مسلمانوں کی طرح نہ ہوجاؤ جو جہاد جہاد کہتے ہیں مگر کرتے نہیں- ایسا نہ ہو کہ تم بھی دعا دعا کہتے رہو اور کرو نہیں- پس جاؤ اور ان لوگوں کو تبلیغ کرو- جاؤ اور ان کیلئے دعائیں کرو- ان دونوں ہتھیاروں سے اگر کام لوگے تو دنیا کے تمام مخالفوں کو کچُل دوگے' بڑوں کو بھی اور چھوٹوں کو بھی' حکومت کو بھی اور رعایا کو بھی اور یہی شاندار فتح ہوگی- بے شک تلوار کے ذریعہ فتح کرنا بھی ایک فتح ہے مگر وہ فتح ادنیٰ قسم کی ہے- رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں چونکہ ایسے حالات پیدا ہوگئے تھے جن کے ماتحت تلوار اُٹھانا ضروری تھا اس لئے صحابہ نے تلوار اُٹھائی- ورنہ صحابہ جب جنگ کو جاتے تو اس طرح اسے ناپسند کرتے ہوئے جاتے جس طرح موت کو ناپسند کیا جاتا ہے- اور اگر حالات مجبور نہ کرتے تو کیا تم سمجھتے ہو حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کفار پر تلوار اُٹھا سکتے- ان چیزوں کا تو خیال کرنے سے بھی مومن کے جسم پر رعشہ طاری ہوجاتا ہے کیونکہ مومن اور نقصان جمع نہیں ہوسکتے- مومن خدا تعالیٰ نے دنیا کے فائدہ کیلئے بنایا ہے اور بچپن سے بڑھاپے بلکہ مرتے دم تک اس کے دل و دماغ پر یہی خیال حاوی رہتا ہے کہ وہ مخلوق کو فائدہ پہنچائے- یہی روح ہے جو فتح دیتی ہے اور یہی اصل فتح ہے جس کی وجہ سے رسول کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ' سب انبیاء اور ان کی جماعتوں سے بڑھ گئے-

آپ کی تلوار کی فتوحات سے دعاؤں اور قربانیوں کی فتوحات بہت زیادہ شاندار تھیں ورنہ ظاہری فتح ایسی پائیدار نہیں ہوتی۔ انگریزوں کو دیکھو۔ اس وقت تک لاکھوں فوائد ہیں جو انگریزی حکومت کی وجہ سے ہندوستانیوں کو پہنچ چکے ہیں اور سوائے ہندوستان کے ایشیا کا کوئی ملک ایسا نہیں جس نے اتنے قلیل عرصہ میں اسقدر حیرت انگیز ترقی کی ہو۔ ایران' عرب' افغانستان سب آزاد حکومتیں ہیں مگر دنیوی ترقی انہوں نے اتنی نہیں کی جتنی ہندوستان نے انگریزوں کے ماتحت کی ہے۔ مگر باوجود اس کے کہ انگریزوں کی وجہ سے ہندوستانیوں کو بہت فوائد پہنچے' آج تعلیم یافتہ طبقہ میں سے سَو میں سے ننانوے انگریزوں کے خون کے پیاسے ہیں اور وہ کُھلم کُھلا انارکسٹوں کی تعریف نہیں کرسکتے تو گھر بیٹھ کر اپنی مجالس میں انہیں ضرور سراہتے اور ان کے کاموں کی تعریف کرتے ہیں بلکہ ہندوستانی سرکاری ملازموں میں سے جن کا کام امن کا قیام اور حکومت سے تعاون ہے ننانوے فیصدی انگریزوں کے دشمن ہیں۔ اس کے مقابلہ میں محمد ﷺ نے بھی دنیا کو فتح کیا مگر وہ فتح کیسی نمایاں ہے۔ حضرت عمرو بن العاص ؓ جب وفات پانے لگے تو اُس وقت انہوں نے بتایا کہ ایک زمانہ مجھ پر ایسا گزرا ہے جب کہ میں محمد ﷺ کو روئے زمین پر سب سے زیادہ بُرا شخص تصور کرتا اور اس بُغض کی وجہ سے میں نے کبھی آپ کو آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو کھول دیا اور مجھے ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائی اس کے بعد مجھے رسول کریم ﷺ سے اتنی گہری محبت ہوگئی کہ میں فرطِ عشق کی وجہ سے آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ سکتا۔ گویا کفر کی حالت میں بُغض اتنا تھا کہ میں نے آپ کو اچھی طرح نہ دیکھا اور ایمان کی حالت میں عشق ایسا تھا کہ اس کی وجہ سے میں آپ کو نہ دیکھ سکا اس لئے آج اگر کوئی شخص مجھ سے رسول کریم ﷺ کا حلیہ دریافت کرے تو میں بتانے سے قاصر ہوں[۲]۔ یہ کتنی بڑی قلوب کی فتح ہے۔ اس فتح کے مقابلہ میں تلوار کی فتح کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ جب مخالف دیکھتا ہے کہ یہ لوگ شفقت و محبت سے پیش آتے ہیں تو آخر وہ شرمندہ ہوجاتے ہیں۔ پس اگر حقیقی فتح چاہتے ہو تو یہ طریق اختیار کرو۔

اس کے بعد خواہ کوئی حاکم بھی ہو دراصل تمہارا محکوم ہوگا کیونکہ جب اللہ تعالیٰ دلوں کو بدل دیتا ہے تو حاکم بھی غلاموں کی طرح ہوجاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر جب قتل کا مقدمہ ہوا تو وہی انگریز ڈپٹی کمشنر جس نے ایک دفعہ کہا تھا کہ اس مدعی مسیحیت کو ابھی

تک سزا کیوں نہیں دی گئی' اپنے پاس کرسی بچھا کر آپ کو بٹھاتا' اور ان کے دفتر کے سپرنٹنڈنٹ کا بیان ہے کہ وہ بٹالہ کے اسٹیشن پر ایک دفعہ گھبرا کر ٹہل رہا تھا اور جب میں نے اس سے پوچھا کہ آپ اتنے پریشان کیوں ہیں تو وہ کہنے لگا اس مقدمہ کا مجھ پر اتنا گہرا اثر ہے کہ میں جدھر جاتا ہوں' سوائے مرزا صاحب کے مجھے کوئی اور نظر نہیں آتا اور مرزا صاحب مجھے یہ کہتے دکھائی دیتے ہیں کہ میں مُجرم نہیں- میری سمجھ میں نہیں آتا مقدمہ ان کے خلاف ہے' بیانات ان کے مخالف ہیں اور مجھ پر جو واقعہ گزر رہا ہے اس نے مجھے اس قدر پریشان کر رکھا اور اتنا اثر ڈالا ہوا ہے کہ میں ڈرتا ہوں' کہیں پاگل نہ ہوجاؤں- آج تک وہ انگریز ڈپٹی کمشنر اس واقعہ کا ذکر کرتا ہے اور ہمارے دوستوں کو جو انگلستان میں مبلّغ رہ چکے ہیں اس نے بتایا کہ جب مجھ سے کوئی شخص پوچھتا ہے کہ ہندوستان کی سروس میں کوئی سب سے عجیب واقعہ سناؤ تو میں مرزا صاحب کے مقدمے کا واقعہ ہی بیان کیا کرتا ہوں- غرض اللہ تعالیٰ جب قلوب کو پھیر دیتا ہے تو یہی فتح حقیقی فتح کہلاتی ہے- پس دلوں کو فتح کرنے کی کوشش کرو اور چاہے لوگ سختی سے پیش آئیں' ان سے ایسی محبت اور پیار کا سلوک کرو کہ آخر وہ اس کے نتیجہ میں ہماری جماعت میں شامل ہوجائیں- باقی جو لوگ فساد ڈلوانا چاہیں' تمہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ منافق ہیں کیونکہ جب خلیفۂ وقت ایک امر کی طرف توجہ نہیں کرتا تو جو لوگ شور مچا رہے ہوں یا تو سمجھو کہ وہ قومی خادم ہیں اور خلیفہ کے دل میں تمہاری کوئی ہمدردی نہیں اور یا پھر ان کو بیوقوف یا منافق سمجھو- اور اگر تم سمجھتے ہو کہ اصل ہمدردی خلیفۂ وقت کے دل میں ہی ہوسکتی ہے تو کیوں تم نے کبھی خیال نہیں کیا کہ ایسے موقعوں پر ہمیشہ کمزوروں کو ہی کیوں جوش آتا ہے' کیوں خلیفۂ وقت کو جوش نہیں آتا- اس سے بھی معلوم ہوسکتا ہے کہ ان کا جوش کسی اخلاص کی وجہ سے نہیں بلکہ منافقت اور جماعت میں فساد ڈلوانے کی نیت سے ہے- پس میں ایک دفعہ پھر جماعت کو ہوشیار کرتا ہوں کہ یہ ایامِ ابتلاء ہیں- ان میں نیک تدبیروں' دعوتِ خیر اور دعاؤں سے کام لینا چاہیئے- اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے فرائض کو سمجھیں- اور یہ یقین رکھیں کہ جس کو خدا تعالیٰ نے سمجھانے اور ہدایت دینے کا کام سپرد کیا ہے وہی اصل خیرخواہ ہے نہ کہ شرارت کرنے والے- اور ایسا نہ ہو کہ جس کو خدا تعالیٰ نے معلّم بنایا ہے اُس کی بات کو ہم ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیں-

(الفضل ۱۸- مارچ ۱۹۳۴ء)

۱؎ البقرۃ:۲۷ ۲؎ بنی اسراء یل:۲۱ ۳؎ محمّد:۱۷

۴؎ الفرقان:۵۳ ۵؎ النحل:۱۲۶

۶؎ مسلم کتاب الایمان باب کون الاسلام یھدم ماقبلہ و کذا الھجرۃ والحج